قاری اسید سلیم رحمۃ اللہ علیہ ٩

(از قلم عمیر سلیم میر محمدی)

22 محرم الحرام 1433ھ بمطابق 18 دسمبر 2011ء بروز اتوار شام 5 بجکر 51 منٹ پر بھائی جان کے ایکسیڈنٹ کی خبر آئی جس کو میں نے ایک معمولی حادثہ سمجھا وہی حادثہ 6 بجکر 50 منٹ پر ایک جانکاں اور رونگٹے کھڑی کر دینے والی خبر بن گئی کہ اہل خانہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک' چین اور سکون خاندان کا دلارا باقی دوست واحباب اور لوگوں کی آنکھوں کا چمکتا ستارا خوب رو نوجوان انتہائی خوبصورت بہت ہی پیارا' بہت ہی پرہیزگار شرم وحیا کا پیکر عاجزی انکساری کا دم بھرنے والا پیار ومحبت بانٹنے والا امن وآتشی کا گہوارہ ہمیں سخت غم وتکلیف میں سسکتا اور روتا ہوا چھوڑ کر آنکھوں کا چین اور سکون چھین کر ابدی نیند سو گیا ہے۔

میں نے اپنی 27 سالہ زندگی میں کسی نوجوان کے جنازے کا اتنا بڑا اجتماع نہیں

بلکہ میرے ماموں مسعود حفظہ اللہ تعالیٰ جو کہ تقریباً 55 سال کے ہو چکے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو صحت وعافیت والی لمبی زندگی دے وہ بھی کہہ رہے تھے کہ انہوں نے بھی اتنا بڑا جنازہ نہیں دیکھا۔ ہمارے گاؤں میں باقاعدہ لاؤڈ سپیکر کا اہتمام کیا گیا ہر ایک آنکھ مسلسل آنسو بہا رہی تھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ جنازے میں شریک ہوئے بلکہ اکثر تدفین کے موقع پر بھی موجود تھے حالانکہ ہمارے گاؤں کا قبرستان تقریباً اڑھائی یا 3 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

یہ سب کچھ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگوں کو اور خاص کر اللہ رب العزت کو بہت ہی پیارا تھا جس وجہ سے اتنے لوگ اس کو الوداع کرنے آئے تھے۔ اللہ رب العزت پیارے بھائی پر زمین کے ذرات کے برابر' ان گنت لاتعداد رحمتیں نازل فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

(آمین یارب العالمین)

اس سانحہ کی سب سے بڑی تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ہم ایک پابند شریعت عالم باعمل انتہائی ۵
عزیز پیارے نوجوان بھائی سے محروم ہو گئے۔ تمام دوست احباب اپنے بیگانے بلکہ علماء کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ اخلاق کا مجسمہ تھا اور نوجوانوں میں سب سے پیاری نماز پڑھنے والا تھا اور یہ یقیناً بہت بڑا اعزاز ہے

کہ کسی شخص کے متعلق ہر عام وخاص بلکہ اہل علم گواہی دیں اللہ رب العزت ہم سب کو ایسا اخلاق اپنانے اور ایسی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میرے والد گرامی جو کہ ایک والد کے علاوہ بہت بڑے انسان اور بہت ہی زیادہ دین سے پیار کرنے والے ہیں وہ اس حادثے کی وجہ سے دو دن بالکل ہی خاموش رہے حالانکہ ان کے والد' والدہ بہنوئی حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ' ہماری چھوٹی بہن اور باقی عزیز واقارب وفات پا گئے ان کا ہاتھ تھریشر میں آ گیا علاج کے باوجود انگلی کٹ گئی اور بھی بہت ہی حادثات ہوئے لیکن ایک مرتبہ بھی ہم سب گھر والوں نے ایک آنسو تو دور کی بات ہائے تک بھی کہتے نہیں سنا گویا کہ صبر واستقلال کے عظیم پہاڑ تھے وہ بھی سسکیاں بھر کر روتے رہے ماموں جانیعنی قاری ابراہیم صاحب' قاری سلمان صاحب اور قاری صہیب صاحب حفظهم الله تعالىٰ وير عاهم جب منگل کی شام یعنی تیسرے روز ان کو دلاسہ دے رہے تھے اور صبر کی تلقین کر رہے تھے تو والد گرامی نے ایک ایسی پیاری بات کہی کہ میری سسکیاں نکل گئیں اور میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ کاش یہ میری موت ہوتی اور میرے بارے میں والد گرامی یہ الفاظ ادا کرتے۔ الفاظ کیا تھے ایک موتیوں کی مالا تھی اور دین کے ساتھ لگن کی سچی دلیل تھی۔

فرمانے لگے کہ زمیندار جب فصل بوتا ہے تو فصل نہ اگنے پر اس کو اتنا زیادہ دکھ نہیں ہوتا اگر فصل اگ جائے اس کے بعد پک کر تیار ہو جائے پھل دینے لگے پھر کوئی حادثہ پیش آ جائے تو پھر زمیندار کو اس کا بہت زیادہ دکھ ہوتا ہے۔ میرا درخت تیار تھا اور اس نے پھل دینا شروع ہی کیا تھا اور اب وہ پھل بند ہو گیا ہے جس کی وجہ سے مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ یعنی جو وہ نمازیں پڑھتا تھا پڑھاتا تھا اب وہ اجر تو ختم ہو گیا۔ بیٹے کا غم اپنی جگہ پر لیکن اصل غم جو ہے وہ نیکیوں میں کمی کا غم ہے میں ایسی پیاری سوچ کی عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں۔ اس بات پر مجھے بہت خواہش پیدا ہوئی کاش میرے والد کے یہ الفاظ میرے بارے میں ہوتے۔ پیارا رب پیارے والد اور والدہ کو ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے تاکہ ہمارے دینی منشور' دینی منہج' دینی سوچ اور صراط مستقیم کا سبب بنے رہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو صحت وعافیت کے ساتھ سلامت رکھے اور ان کو دیگر بہن بھائیوں کو خاص کر بھابی جان کو اور باقی لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین اور پیارے بھائی کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆